KANZ-UL-MADARIS BOARD
R&D DEPARTMENT

قرآنی ضرب الامثال کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Quranic Parables

ماجد محمود*

مولانا عبد العلیم مدنی**

ارشد اسلم مدنی***

Abstract:

This article explores the linguistic nuances, thematic categories, and objectives of Quranic parables (*Dharb al-Amthal*). It defines "Mathal," analyzes "Dharb," and categorizes parables into explicit, implicit, and unstated forms. By examining themes like sincerity, hypocrisy, and the transience of worldly life, the study concludes that Quranic parables are essential, dynamic instruments for spiritual purification, intellectual awakening, and contemporary character building.

keywords: Quranic Parables, Dharb al-Amthal, Quranic Exegesis (Tafsir), Islamic Rhetoric (Balaghah), Spiritual Purification, Intellectual Awakening.

تمہید:

آج کے اس جدید دور میں انسان جہاں بے شمار آسائشیں حاصل کر چکا ہے، وہیں وہ فکری تذبذب اور نفسیاتی الجھنوں کا بھی تیزی سے شکار ہو رہا ہے۔ اپنی اصل حقیقت اور مقصدِ حیات سے دور ہونے والے اس انسان کو دوبارہ اس کی روحانی اساس کی پہچان کروانے کے لیے قرآنی ضرب الامثال ایک مقناطیسی کشش اور شافی علاج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ قرآنِ مجید کی ان مثالوں پر تحقیقی نگاہ ڈالتے ہوئے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ محض چودہ سو سال قبل کے عرب معاشرے تک محدود نہیں تھیں بلکہ یہ آج کے اس جدید اور پیچیدہ انسانی معاشرے کی بھی اتنی ہی جامع، روشن اور مکمل عکاسی کرتی ہیں۔ ایک کمزور مکڑی کے جالے کی مثال ہو یا کسان کی بوئی ہوئی اس کھیتی کا ذکر جو بارش کے بعد سرسبز ہوتی ہے اور پھر سوکھ کر بے وقعت بھوسا بن جاتی ہے؛ یہ سب در حقیقت انسانی زندگی کی بے ثباتی، دنیاوی سہاروں کی ناپائیداری اور انسان کی بے بسی کا ایسا زندہ اور متحرک نقشہ پیش کرتی ہیں جو سید ھا دل کی گہرائیوں پر اثر کرتا ہے۔ قرآنی مثالوں کا یہ سب سے بڑا اعجاز ہے کہ یہ خوابیدہ عقلِ سلیم کو بیدار کرتی ہیں، مردہ دلوں میں حرارتِ ایمانی پھونکتی ہیں اور انسان کو مادیت کے گرداب سے نکال کر روحانیت کی پاکیزہ

---

* مقالہ نگار: فیضان آن لائن اکیڈمی۔

** سپروائزر: شیخ الحدیث، فیضان آن لائن اکیڈمی۔

*** سینئر ریسرچر: ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈپارٹمنٹ، کنز المدارس بورڈ۔

بلندیوں تک لے جاتی ہیں۔ لہٰذا، اس تحقیقی مقالے میں میرا بنیادی مقصد قرآنی ضرب الامثال کے اسی بے مثال اور حکیمانہ اسلوب کا علمی اور فکری جائزہ پیش کرنا ہے۔ میں اس تحقیق کے ذریعے یہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ عقل اور وجدان کی ہم آہنگی سے ایک متوازن اور پرہیزگار معاشرے کی تشکیل کے لیے ان ربانی تمثیلات کو سمجھنا اور انہیں اپنے فکری و عملی نصاب کا حصہ بنانا کس قدر ناگزیر ہے۔

قرآنی تمثیلات کی اس بے مثال تاثیر اور حکمت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم انسانی نفسیات اور ابلاغ کے بنیادی اصولوں پر غور کریں۔ انسانی ابلاغ اور فہم و تفہیم کی تاریخ میں "مثال" اور تمثیل نگاری کو ہمیشہ ایک کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے۔ مشکل ترین اور پیچیدہ حقائق کو جب ایک مانوس مثال کے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا جاتا ہے تو وہ سیدھے انسانی دل اور دماغ میں اتر جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انسان کو عقل کے نور سے مزین فرمایا ہے تاکہ وہ حق و باطل اور صحیح و غلط کے درمیان بجا طور پر امتیاز کر سکے۔ تاہم فہم و ادراک کے اعتبار سے تمام انسانوں کا ذہنی معیار یکساں نہیں ہوتا بلکہ اس کے مختلف مدارج ہیں۔ معاشرے میں بعض افراد اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں جو کسی بھی دقیق بات کو فوراً سمجھ لیتے ہیں کچھ کو علمی اور عقلی حقائق تک پہنچنے کے لیے قدرے غور و فکر اور استدلال کی ضرورت پیش آتی ہے جبکہ ایک طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے جو سادہ فہم ہوتا ہے اور مجرد علمی باتوں کو براہِ راست سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔

ایسے اذہان تک رسائی کے لیے یہ ناگزیر ہو جاتا ہے کہ غیر محسوس اور پیچیدہ عقلی حقائق کو ان کے روزمرہ مشاہدے میں آنے والی محسوس اشیاء کی مدد سے سمجھایا جائے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کو یہ امر سمجھانا ہو کہ انسان کی عمر غیر محسوس طریقے سے بڑھ رہی ہے تو اسے انسانی بالوں یا ناخنوں کے بڑھنے کی مثال دی جاتی ہے جن کا روزمرہ مشاہدہ تو ہوتا ہے لیکن ان کے بڑھنے کا عمل آنکھ سے اوجھل رہتا ہے۔ اسی طرح انسانی عمر کے تیزی سے اختتام پذیر ہونے کو برف کے پگھلنے سے تشبیہ دی جاتی ہے تاکہ بات ابہام کے پردوں سے نکل کر سیدھی دل و دماغ میں اتر جائے۔

یہی وجہ ہے کہ انسان اپنی روزمرہ گفتگو میں افہام و تفہیم کے لیے بکثرت "مثلاً" یا "جیسے" کے الفاظ استعمال کرتا ہے اور اساتذہ بھی مشکل اسباق کو ذہن نشین کرانے کے لیے تمثیلات ہی کا سہارا لیتے ہیں۔ الغرض، عقلی اور علمی مباحث کی توضیح و تشریح میں "مثال" کا کردار قطعی اور ناقابلِ انکار ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حقائق کو انسانی ذہن کے قریب تر کرنے کے لیے عقل ہمیشہ مثالوں کی محتاج رہی ہے۔

کسی مشکل اور دقیق بات کی وضاحت اور مقصود سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے بسا اوقات ایک جامع "مثال" پوری کتاب کا کام کر دیتی ہے اور مشکل ترین مطالب کو عام فہم بنا دیتی ہے۔ تمثیل کی اسی افادیت، دلکشی اور وسعت کے سبب دنیا کی تمام متمدن تہذیبوں نے اسے اپنے ابلاغ کا لازمی حصہ بنایا ہے۔ یہ دراصل انسانی تہذیبوں کی فکری و علمی طاقت کی علامت ہے

کہ انہوں نے تمثیل نگاری سے بھرپور استفادہ کیا اور اسے بہترین اور پسندیدہ علمی اسلوب قرار دیا۔ اسی علمی تناظر میں امام فخر الدین رازی مثال کی اہمیت اور افادیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أن المقصود من ضرب الأمثال أنها تؤثر في القلوب ما لا يؤثره وصف الشيء في نفسه[1]

مثالیں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دلوں پر وہ اثر چھوڑتی ہیں جو کسی چیز کا بذاتِ خود وصف (سیدھی سادھی تعریف یا منظر کشی) بیان کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔

یعنی بات کو عام طریقے سے سمجھانے کے مقابلے میں جب کوئی مثال دے کر سمجھایا جائے، تو وہ دل پر زیادہ گہرا اور مؤثر اثر ڈالتی ہے۔ اب ان حقائق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسانی ابلاغ اور افہام و تفہیم میں "مثال" کو ایک اساسی اور کلیدی اہمیت حاصل ہے اور اسی طرزِ استدلال کو کلامِ الٰہی میں بھی نہایت بلیغ انداز میں اپنایا گیا ہے۔

لغوی مفہوم :

لفظِ "مثال" اور "مثل" کے لغوی معنی "مانند، نمونہ، نظیر اور تشبیہ" وغیرہ کے ہیں۔ مشہور لغوی امام ابن منظور افریقی اس کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

ضرب الامثال اعتبار الشيء بغيره[2]

ترجمہ: کسی شے کو اس کے غیر کے ساتھ جانچنے اور پرکھنے کا نام مثال دینا ہے۔

امام ابن فارس لفظ "مثل" کی لغوی اصل واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

الميم، والثاء، واللام، أصل صحيح يدل على مناظرة الشيء للشيء، وهذا مثل هذا أي نظيره [3]

ترجمہ: میم، ثاء اور لام ایک ایسا مستند مادہ ہے جو کسی چیز کے دوسری چیز کے مشابہ ہونے پر دلالت کرتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے "یہ اس کی مثل ہے "یعنی اس کی نظیر اور ہم پلہ ہے۔

اصطلاحی مفہوم :

اس علمی اصطلاح کا جامع مفہوم بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر علاء اسماعیل حمزاوی اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں :

ان المثل هو جملة خيالية ذائعة الاستخدام، تدل على صدق التجربة أو النصيحة أو الحكمة، يرجع إليها المتكلم وقديما عرفوا المثل بأنه حكمة شعبية قصيرة تتداول على الألسنة، أو هو جملة غالبا ما تكون قصيرة، تعبر عن حدث ذي مدلول خاص، لكن يبقى على المستمع تخمينه۔ [4]

1…رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث، سن اشاعت: 1420ھ، ج 1، ص 312۔

2…افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت، سن اشاعت: 1414ھ، ج 1، ص 574۔

3…ابن فارس، احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر، سن اشاعت: 1399ھ، ج 5، ص 296۔

4…حمزاوي، اسماعیل، الأمثال العربیۃ والأمثال العامیۃ، سن اشاعت: 2009، ص 4۔

ترجمہ: مثال وہ خیالی جملہ ہے جس کا استعمال عام ہو، جو کسی حقیقی تجربے، نصیحت یا حکمت پر دلالت کرتا ہو اور متکلم (کلام کرنے والا) اسی کی طرف رجوع کرے۔ قدیم دور سے ہی لوگوں نے مثال کی یہ تعریف کی ہے کہ یہ زبان زدِ عام، عوامی مقبولیت رکھنے والی ایک مختصر اور حکمت بھری بات ہے۔ یا پھر مثال عمومی طور پر اس مختصر جملے کو کہا جاتا ہے جو کسی خاص مدلول (مفہوم) والے واقعے کو بیان کرتا ہو، تاہم اس (کے اصل پس منظر) کا اندازہ لگانا سننے والے پر موقوف ہوتا ہے۔

"ضربِ مَثَل "اور قرآنی اسلوب علم

بیان کی رو سے کسی مثال کو پیش کرنے کے لیے "ضربِ مَثَل "کی اصطلاح استعمال کرنے سے مراد اس مثال کا اطلاق اور نئے پیش آنے والے ان حالات میں اس کا استعمال ہے جو پہلے گزرے ہوئے حالات سے مشابہت رکھتے ہوں۔ یہ لفظ اپنے اندر کئی معنوی دلالتیں رکھتا ہے، جن میں شبیہ، نظیر، تمثل، تمثیل اور مثال کے مفاہیم شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں کسی بات کو ثابت کرنے (تثبیت)، اعتماد، وضع، تذکرہ اور تسلسل کے گہرے معانی بھی پائے جاتے ہیں۔

یہ امر بھی لائق التفات ہے کہ دونوں الفاظ یعنی "مَثَل" اور "ضرب "اپنے اندر مشابہت کا پہلو رکھتے ہیں۔ اگرچہ انفرادی طور پر یہ دونوں الفاظ معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مشابہ معلوم ہوتے ہیں، لیکن جب یہ کلام میں ایک ساتھ (مقترن ہو کر) استعمال ہوتے ہیں تو کبھی ان کے معانی کی یہ یکسانیت برقرار رہتی ہے اور کبھی موقع محل کی مناسبت سے اس میں تنوع آجاتا ہے۔ انہی گہرے مفاہیم کی بدولت، قرآنی مثالوں میں ایک زبردست تاثیر اور ہیجان الانفعال پیدا ہو جاتی ہے۔ الفاظ کا یہ پر حکمت انتخاب اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مثال بیان کرنے والا گویا سننے والے کے کانوں پر اس طرح زور دار دستک دینا چاہتا ہے کہ وہ دستک اس کی سماعتوں سے ہوتی ہوئی سیدھی دل کی گہرائیوں میں اتر جائے اور اس کے باطن تک مکمل رسائی حاصل کر لے۔

قرآنِ حکیم نے اپنے منفرد اور معجزانہ اسلوب میں لفظِ "ضرب" کو لفظِ "مَثَل" (واحد اور جمع دونوں صورتوں میں) کے ساتھ ملا کر بکثرت استعمال کیا ہے۔ قرآن مجید میں ان دونوں الفاظ کا یہ باہمی تقارن اور امتزاج تقریباً تیس مقامات پر وارد ہوا ہے۔ علمِ لسانیات اور قرآنی اسلوب کے مطالعے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ میں نے تحقیق کی ہے کہ قرآن کریم نے اس لفظ کے مادے کو تمام نحوی صیغوں یعنی ماضی، مضارع، فعلِ امر اور فعلِ مجہول میں استعمال کیا ہے۔ چونکہ فعل زمان و مکان کی قید میں ہوتا ہے، فعلِ ماضی گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرتا ہے، جبکہ فعلِ مضارع عموماً حال یا مستقبل کے زمانوں کا احاطہ کرتا ہے۔

قرآنِ مجید میں اس کے متنوع استعمال کی چند نمایاں قرآنی مثالیں درج ذیل ہیں:

- فعلِ ماضی کا صیغہ:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾[5]

- فعلِ مضارع کا صیغہ:

﴿وَيَضْرِبُ اللهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾[6]

- فعلِ مجہول کا صیغہ:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ﴾[7]

- فعلِ امر کا صیغہ:

﴿وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ﴾[8]

قرآنی امثلہ کی اہمیت

بلاشبہ اللہ عزوجل نے اپنی معزز کتاب میں لوگوں کے لیے مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں، غور و فکر کریں اور پرہیزگار بنیں۔ لہذا، مثال دراصل کسی گہرے مفہوم کو ذہن کے قریب کرنے اور اس کی وسیع تر تصویر دکھانے کا نام ہے۔ اور ان مثالوں کو بالکل اسی طرح واضح کرنا اور سمجھنا جیسا اللہ عزوجل چاہتا ہے، بڑی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ کیونکہ یہ چیز غور و فکر اور تدبر کا باعث بنتی ہے اور اللہ کے حکم سے تقویٰ کی طرف لے جاتی ہے۔

اور جو لوگ ان مثالوں کو سمجھتے ہیں، اللہ عزوجل نے انہیں "عالموں" (علم والے) قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾[9]

ترجمہ: "اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور اُنہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔"

اور کسی بھی صاحبِ عقل سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اللہ نے ان مثالوں میں کتنی حکمت رکھی ہے، ان میں کس قدر فوائد پوشیدہ رکھے ہیں اور انہیں ہماری کیسی ضرورتوں سے وابستہ کیا ہے۔ پس قرآن میں مثالیں بیان کرنے سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

5...سورہ ابراہیم:24:14۔

6...سورہ ابراہیم:25:14۔

7...سورۃ الحج:73:22۔

8...سورہ یس:13:22۔

9...سورۃ العنکبوت:43:29۔

قرآن کی مثالوں کی طرف توجہ دلانا:

بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی توجہ قرآن کی مثالوں کی طرف دلائی ہے، جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿وَيَضۡرِبُ ٱللَّهُ ٱلۡأَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (10)

ترجمہ: "اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں۔"

اور اللہ جل وعلا کا فرمان ہے:

﴿وَيَضۡرِبُ ٱللَّهُ ٱلۡأَمۡثَالَ لِلنَّاسِ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٌ﴾ (11)

ترجمہ: "اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔"

اور اس سبحانہ کا فرمان ہے:

﴿وَضَرَبۡنَا لَكُمُ ٱلۡأَمۡثَالَ﴾ (12)

ترجمہ: "اور ہم نے تمہیں مثالیں دے دے کر بتادیا۔"

اسی طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان (مثالوں) کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے اور احادیثِ مبارکہ میں ہمیں ان سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، جیسے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ)) (13)

ترجمہ: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا، زندہ اور مردہ جیسی ہے۔

مسلم شریف کے الفاظ میں ہے:

((مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِي يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ، وَالْبَيْتِ الَّذِي لَا يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ)) (14)

ترجمہ: اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا، زندہ اور مردہ جیسی ہے۔

10...سورہ ابراہیم:25:14۔

11...سورۃ النور:35:24۔

12...سورہ ابراہیم:45:14۔

13...بخاری، محمد بن اسماعیل، بخاری، مطبوعہ: دارالسلام الریاض، سن اشاعت:1419ھ، حدیث:6407۔

14...قشیری، مسلم بن حجاج، مسلم، داراحیاء التراث العربی، سن اشاعت:1419ھ، حدیث:779۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے قرآنی مثالوں کو علومِ قرآن کے ان امور میں شمار کیا ہے جن کا جاننا ایک مجتہد کے لیے ضروری ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا:

ثم معرفة ما ضرب فيه من الأمثال الدوال على طاعته المثبتة لاجتناب معصيته وترك الغفلة عن الحفظ والازدياد من نوافل الفضل [15]

ترجمہ: پھر اس (قرآن) میں بیان کردہ وہ مثالیں ہیں جو اس کی اطاعت پر دلالت کرتی ہیں؛ جو اس کی نافرمانی سے بچنے، حفاظت سے غفلت برتنے کو ترک کرنے اور نوافل کی فضیلت میں اضافے کو ثابت کرتی ہیں۔

اور علامہ ماوردی نے فرمایا:

من أعظم علم القرآن علم أمثاله والناس في غفلة عنه لاشتغالهم بالأمثال وإغفالهم المثلات [16]

ترجمہ: قرآن کے عظیم ترین علوم میں سے اس کی مثالوں کا علم ہے اور لوگ ان مثالوں میں مشغول نہ ہونے اور سزاؤں (المثلات) کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے اس سے غافل ہیں۔

مثال دینے کا بنیادی مقصد

علمی اور فکری مباحث میں تمثیل نگاری یا مثال دینے کے بنیادی مقاصد پر اہل علم و فن نے نہایت سیر حاصل بحث کی ہے اگرچہ اس حوالے سے مختلف محققین اور مفسرین نے الگ الگ پیرایوں اور الفاظ میں اپنی آراء کا اظہار کیا ہے تاہم ان سب کا لبِ لباب اور حاصلِ کلام ایک ہی ہے۔ اس ضمن میں چند جلیل القدر علماء اور مفسرین کی آراء اور ان کے اقوال درج ذیل ہیں جن سے مثال دینے کی غایت بخوبی واضح ہو جاتی ہے:

علامہ زبیدی کی رائے:

تاج العروس میں "شرح نظم الفصیح" کے حوالے سے منقول ہے:

ضرب المثل إيراده ليتمثل به ويتصور ما أراد المتكلم بيانه للمخاطب [17]

ترجمہ: مثال اس لئے لائی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے مشابہت و مماثلت بیان کی جائے اور متکلم نے جو بات مخاطب سے بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے اس کا تصور کیا جائے۔

15...زرکشی، محمد بن عبد اللہ، البرہان فی علوم القرآن، دار المعرفہ، بیروت، سن اشاعت: 1411ھ، ج1، ص486۔

16...سیوطی، عبد الرحمن بن ابو بکر، الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ: الهيئة المصرية العامة للكتاب، سن اشاعت: 1394، ج4، ص38۔

17...زبیدی، محمد بن محمد، تاج العروس، التراث العربی الکویت، سن اشاعت: 1385ھ، ج1، ص686۔

مفتی احمد یار خان نعیمی کا قول:

علامہ زبیدی کی اس لغوی اور معنوی تشریح کے بعد اگر میں اسی بات کو مزید عام فہم انداز میں سمجھنا چاہوں تو مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کا قول نہایت جامع ہے۔ آپ فرماتے ہیں :

مثال سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ معقول چیز محسوس بن کر ہر ایک کی سمجھ میں آجائے اور اس کے ذریعے مضمون کو دل قبول کرے۔[18]

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

أن المقصود من ضرب الأمثال أنها تؤثر في القلوب ما لا يؤثره وصف الشيء في نفسه، وذلك لأن الغرض من المثل تشبيه الخفي بالجلي، والغائب بالشاهد، فيتأكد الوقوف على ماهيته، ويصير الحس مطابقا للعقل وذلك في نهاية الإيضاح، ألا ترى أن الترغيب إذا وقع في الإيمان مجردا عن ضرب مثل له / لم يتأكد وقوعه في القلب كما يتأكد وقوعه إذا مثل بالنور، وإذا زهد في الكفر بمجرد الذكر لم يتأكد قبحه في العقول كما يتأكد إذا مثل بالظلمة، وإذا أخبر بضعف أمر من الأمور وضرب مثله بنسج العنكبوت كان ذلك أبلغ في تقرير صورته من الإخبار بضعفه مجردا[19]

مثال دینے کا مقصد دلوں میں اثر پیدا کرنا ہوتا ہے جو خود اس شے سے نہیں ہوتا کیونکہ مثال سے غرض یہ ہوتی ہے کہ خفی بات کی جلی سے اور غائب کی حاضر وموجود شے سے مشابہت ومماثلت بیان کی جائے اور یہ مشابہت اس شے کی ماہیت و حقیقت پر آگاہی میں پختگی پیدا کرتی ہے اور حس کو عقل کے مطابق کر دیتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے جب ایمان لانے کی ترغیب مثال دیئے بغیر ہو تو وہ دل پر اس قدر پختہ اثر نہیں کرتی جتنا کہ اس وقت کرتی ہے جب ایمان کی مثال نور وروشنی سے دی جائے۔ یوں ہی جب تم صرف کفر کا ذکر کر کے ڈراؤ گے تو عقلوں میں اس کی قباحت وبرائی اس طرح پختہ نہیں ہو گی جیسا کہ ظلمت واندھیرے سے مثال کے ذریعے ہو گی۔ اسی طرح اگر تمہیں کسی بات کی کمزوری بیان کرنی ہو تو اس کی مثال مکڑی کے جالے سے دو گے تو یہ اس خبر سے یقینی طور پر زیادہ اثر انگیز ہو گی جو صرف 'کمزوری' کے ذکر پر مشتمل ہو۔

18... نعیمی، احمد یار خان، تفسیر نعیمی، نعیمی کتب خانہ، سن اشاعت:2004، ج1، ص231۔

19...رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج1، ص312۔

مثال دینے کے بنیادی قواعد و ضوابط

علمی اور فکری اصولوں کے مطابق، جو بھی استدلال یا بات کسی مسلمہ قاعدے اور قانون کے تحت پیش کی جائے، وہ لائقِ التفات اور قابلِ حجت تصور ہوتی ہے۔ بصورتِ دیگر وہ بے وزن اور عبث قرار پاتی ہے۔ اسی مسلمہ اصول کے پیشِ نظر تمثیل نگاری یا "مثال دینے" کے بھی چند واضح اور متعین قواعد ہیں، جنہیں سمجھنے کے لیے درج ذیل مستند آراء اور اقتباسات کا مطالعہ نہایت اہمیت کا حامل ہے:

پہلا قاعدہ :

مفسر شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں :

> کسی چیز کا جیسا حال ہو گا اسی قسم کی چیز سے اس کی مثال دی جائے گی۔ بڑی چیز کی مثال بڑی اور حقیر چیز کی مثال حقیر چیز، اس پر اعتراض کرنا محض غلط اور بے جا ہے بلکہ یہ تو کمال حکمت ہے کہ مثال اصل کے مطابق ہو حقیر چیزوں کی مثال دینی اور ان کے بغیر مثال لانا ان کے سمجھانے کے لئے کافی نہ ہو گا۔ مثل مشہور ہے کہ مثال اقوال کا چراغ ہے۔ چراغ خواہ سونے کا ہو خواہ مٹی کا روشنی میں فرق نہیں رکھتا۔[20]

دوسرا قاعدہ :

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان مثال کی غرض و غایت واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو۔ قرآن عظیم میں نور الٰہی کی مثال دی گئی ﴿كَمِشْكٰوةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ﴾ (جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے) کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نورِ رب جلیل"۔[21]

قرآنِ مجید اور تمثیلی اسلوب (مقاصد اور خصوصیات)

مذکورہ بالا علمی مباحث کا حاصل یہ ہے کہ افہام و تفہیم اور کسی بھی دقیق بات کی توضیح کے لیے تمثیل کا استعمال نہایت مؤثر اور مفید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب میں کلامِ الٰہی کا عمیق مطالعہ کرتا ہوں تو مجھے اس مقدس اور جامع کتاب میں قدم قدم پر "مثالیں" اور ضرب الامثال کا شاندار اسلوب نظر آتا ہے۔ قرآنی اسلوب میں اس کثرتِ تمثیل کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ اس

20... نعیمی، احمد یار خان، تفسیر نعیمی، ج1، ص231۔

21... خان، احمد رضا، فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، سن اشاعت:2006ء، ج30، ص266۔

عظیم الشان کتاب کا مقصودِ اصلی انسانیت کے لیے عقائد توحید ورسالت، شریعت وطریقت اور ظاہری وباطنی احکام کی کامل اور روشن وضاحت ہے۔ قرآن مجید کے اس وصفِ بیانِ کامل کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾[22]

ترجمہ کنز الایمان: "اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے"۔

اسی طرح قرآنِ حکیم میں ضرب الامثال بیان کرنے کے مقصد کے حوالے سے ایک اور مقام پر واضح طور پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾[23]

ترجمہ کنز الایمان: "اور یہ مثالیں لوگوں کے لئے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں"۔

قرآنی ضرب الامثال کے اساسی مقاصد اور ان کی فنی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے معروف محقق عبدالرحمٰن حسن حبنکۃ المیدانی اپنی مایہ ناز تصنیف "البلاغۃ العربیۃ اسسھا وعلومھا وفنونھا" میں رقمطراز ہیں:

> کلام کو ادبی حسن و جمال سے آراستہ کرنے میں مثالوں کا اہم کردار ہے جبکہ امثلہ ان کی فنی شرائط کے مطابق ذکر کی جائیں ورنہ ان کا ذکر کرنا عبث وبے فائدہ ہوتا ہے۔ میں نے قرآنی امثلہ میں نہایت جستجو وتتبع کیا، میں نے انہیں ان اہم اغراض کے موافق پایا جنہیں بلغاء پیش نظر رکھتے ہیں اور وہ اغراض بنی نوع انسان کی اخلاقی تربیت پر مشتمل ہیں۔[24]

ان کے بیان کردہ اغراض کا تحقیقی خلاصہ درج ذیل چھ نکات پر مشتمل ہے:

1. **قربِ فہم**: مثال کو اس طرز پر پیش کرنا کہ وہ اصل مدعا اور مقصود کو مخاطب کے فہم و ادراک کے بالکل قریب کر دے۔
2. **دعوتِ فکر**: تمثیل کے پردے میں مخاطب کو ایسی پُر اثر دعوتِ فکر دینا جو اس کے قلب و ذہن کے لیے باعثِ اطمینان ہو۔
3. **ترغیب و ترہیب**: کسی نیک عمل کی خوبیوں کو ایسے عمدہ اور احسن پیرائے میں بیان کرنا کہ قاری اس کی جانب راغب ہو جائے، یا کسی برے فعل کی قباحتیں اس طرح کھول کر بیان کرنا کہ قاری کے دل میں اس سے شدید نفرت پیدا ہو جائے۔

22...سورۃ النحل:16:89۔

23...سورۃ الحشر:59:21۔

24...المیدانی، عبدالرحمن حسن، البلاغۃ العربیۃ اسسھا وعلومھا وفنونھا، 59۔

4. **خوف ورجا:** تمثیل کے ذریعے کسی شے کی ایسی امید دلانا کہ مخاطب طبعاً اس کی طرف مائل ہو جائے (جیسے جنت کی نعمتوں کا دلکش بیان)، یا کسی شے کا ایسا خوف بٹھانا کہ انسان اس سے کلی اجتناب کرے (جیسے جہنم کے عذاب کا لرزہ خیز تذکرہ)۔
5. **مدح وذم:** مثال کے پیرائے میں کسی شے کی توصیف اور عظمت بیان کرنا، یا اس کی برائی اور مذمت کرتے ہوئے اس سے نفرت دلانا۔
6. **تحریکِ فکر:** تمثیل کے ذریعے مخاطب کی فکری اور ذہنی صلاحیتوں کو مہمیز کرنا اور ان میں جنبش پیدا کرنا، تاکہ وہ تدبر و تفکر کے ذریعے اصل مقصود و مراد تک رسائی حاصل کر سکے۔

قرآنی امثلہ کی فنی اور بلاغی خصوصیات کے حوالے سے عبد الرحمٰن المیدانی مزید فرماتے ہیں:

قرآنی مثالوں میں خوب کوشش کے بعد مجھ پر ان کی یہ 6 خصوصیات منکشف ہوئی ہیں۔

یہ چھ اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

1. مثال کے ذریعے کلام کے اساسی اور اہم عناصر کو غایت درجے کی صراحت کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔
2. قرآنی مثال کا اسلوب اتنا جاندار اور متحرک ہے کہ وہ گویا ایک چلتا پھرتا اور بولتا ہوا انسان معلوم ہوتی ہے۔
3. ممثل (جس کی مثال دی جائے) اور ممثل لہ (جس کے لیے مثال دی جائے) کے درمیان ہر لحاظ سے کامل اور مکمل مماثلت پائی جاتی ہے۔
4. فنی اعتبار سے تشبیہات کی تمام باریک اقسام (جیسے تمثیل بسیط اور تمثیل مرکب) کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ یعنی جس شے کے لیے مثال بیان کی گئی ہے، اس کے ہر ہر جزو کی مثال کے ساتھ کامل موافقت اور مطابقت موجود ہے۔
5. مثال دراصل "ممثل لہ" کی حقیقی صورت کو مخاطب کے ذہن میں اتارنے اور اس کے ادراک کا ایک قوی وسیلہ ہے۔
6. قرآنی اسلوب کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اہل علم اور استنباط کرنے والوں کی ذہانت کو سامنے رکھتے ہوئے بسا اوقات قرآنی امثلہ یا ممثل لہ سے بعض اجزاء (چھوٹے چھوٹے محذوفات) کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام میں موجود الفاظ کی دلالت اور معانی کے لوازمات خود ان محذوفات پر واضح دلالت کرتے ہیں۔[25]

قرآن شریف میں مثال کی اقسام

قرآن کریم کی آیتوں میں غور و فکر کیا جائے تو یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ مثالیں تین اقسام میں تقسیم ہوتی ہیں:

25...المیدانی، عبدالرحمن حسن، البلاغۃ العربیۃ اسسھا وعلومھا وفنونھا، 59۔

پہلی قسم :

واضح یا قیاسی مثالیں۔ یہ وہ ہیں جن میں 'مثل' کے لفظ یا اس کے قائم مقام کسی لفظ کی صراحت کی گئی ہو، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا﴾ (26)

﴿مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ﴾ (27)

﴿مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ﴾ (28)

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ﴾ (29)

﴿أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ (30)

دوسری قسم :

جسے ارسال کردہ مثالیں (الأمثال المرسلۃ) کہا جاتا ہے اور یہ وہ جملے ہیں جنہیں تشبیہ کے لفظ کی صراحت کے بغیر ہی بطورِ مثال پیش کر دیا گیا ہو اور بکثرت ان کا بطور مثال استعمال کثرت سے ہوتا ہے کیونکہ ان میں وعظ و نصیحت، عبرت اور قائل کرنے کی زبردست صلاحیت موجود ہے۔ اور انہوں نے قرآنِ کریم کے نازل ہونے اور مسلمانوں میں ان کے عام ہو جانے کے بعد ایک "مثال "کی حیثیت اختیار کر لی، جبکہ اس کے نزول کے وقت یہ (بذات خود) مثالیں نہیں تھیں اور یہ اپنے مجموعی اعتبار سے انتہائی جامع اخلاقی اور دینی اصول ہیں، جیسے کہ اللہ تعالی کے یہ فرامین جو آج کے معاشرے میں ضرب المثل کا درجہ اختیار کر چکے ہیں:

﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (31)

یہ آیت انفاق اور قربانی کے موقع پر بطور مثال پیش کی جاتی ہے۔

﴿أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ﴾ (32)

26...سورۃ البقرۃ:17:2۔

27...سورۃ الرعد:35:13۔

28...سورۃ النور:35:24۔

29...سورۃ النور:39:24۔

30...سورۃ النور:40:14۔

31...سورہ آل عمران:92:3۔

32...سورہ ھود:81:11۔

یہ آیت مشکل اور اندھیرے وقت میں امید دلانے کے لیے ایک خوبصورت مثال کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

﴿وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾(33)

یہ آیت تقدیر پر راضی رہنے کے موقع پر بولی جاتی ہے۔

﴿كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً﴾(34)

یہ حق کی طاقت اور تعداد کی کمی پر صبر کے موقع پر بطور ضرب المثل پیش کی جاتی ہے۔

تیسری قسم:

جسے 'پوشیدہ مثالیں'(الأمثال الکامنۃ) کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مثالیں ہیں جو کسی خاص حالت کو بیان کرنے، یا کسی خاص صفت کو ظاہر کرنے، یا کسی بھی زمانے میں پیش آنے والے کسی واقعے کا خلاصہ بیان کرنے کے لیے نہیں بیان کی گئیں۔ ان میں قریب یا دور سے بھی مثال (تشبیہ) کی کوئی صراحت نہیں کی گئی، لیکن ان کا مفہوم کسی ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو عربوں کی مشہور مثالوں میں سے کسی مثال کے مشابہ ہوتا ہے۔ یعنی: یہ اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے مثالیں ہیں، نہ کہ اپنے الفاظ کے اعتبار سے۔ پس ان میں مثال (تشبیہ کا پہلو) پوشیدہ ہے، ظاہر نہیں، اسی لیے انہیں 'الأمثال الکامنۃ'(پوشیدہ مثالیں) کا نام دیا گیا ہے۔ میں نے اس کی جو مثالیں تلاش کی ہیں ان کے مطابق عربی کی مشہور کہاوت ہے "خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا" (بہترین کام وہ ہے جو درمیانہ ہو)۔ قرآن میں یہ بات براہ راست مثال کے طور پر نہیں آئی، لیکن اس کا مفہوم اس آیت میں پوشیدہ ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾(35)

اسی طرح ایک اور مقولہ ہے: "لَيْسَ الخَبَرُ كَالمُعَايَنَةِ "(سنی سنائی بات آنکھوں دیکھے جیسی نہیں ہوتی) اس کا مفہوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول میں ہے:

﴿وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾(36)۔

انفاق فی سبیل اللہ اور اخلاصِ نیت کی امثلہ:

اللہ تعالیٰ نے راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والوں کی فضیلت اور ان کے اجر میں اضافے کو ایک نہایت بلیغ زرعی تمثیل کے ذریعے واضح فرمایا ہے:

33...سورۃ البقرۃ:2:249۔

34...سورہ بنی اسرائیل:17:84۔

35...سورۃ لبقرۃ:2:143۔

36...سورۃ البقرۃ:2:260۔

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ﴾ (37)

ترجمہ: ”ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔“

اس آیتِ مبارکہ میں اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے والے کے اجر کو اس دانے سے تشبیہ دی گئی ہے جسے کسان زمین میں بوتا ہے اور اس سے سات بالیاں اگتی ہیں جن میں سے ہر ایک میں سو دانے ہوتے ہیں۔ گویا ایک نیکی کا اجر سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے۔ اس میں خرچ کرنے کا حکم مطلق ہے، خواہ وہ فرض ہو یا نفل (جیسے غریبوں کی کفالت، طلباء کی امداد یا رفاہی کام)۔ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اخلاص اور حسنِ نیت کی بنیاد پر ثواب میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے انفاق کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی عام شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو وہ صحابی کے ایک مُد یا آدھے مُد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ (38)

اسی کے برعکس، قرآن مجید ریاکاری (دکھاوے) کے لیے خرچ کرنے والوں کے عمل کو کچھ یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ-كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِؕ-فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ-لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ-وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (39)

ترجمہ: ”اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔“

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اہلسنت مفتی محمد قاسم قادری تفسیر صراط الجنان میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

اے ایمان والو! جس پر خرچ کرو اس پر احسان جتلا کر اور اسے تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے کا ثواب برباد نہ کر دو کیونکہ جس طرح منافق آدمی لوگوں کو دکھانے کیلئے اور اپنی واہ واہ کروانے کیلئے مال خرچ کرتا ہے

37...سورۃ البقرۃ:2:261۔

38...بخاری، محمد بن اسماعیل، بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، حدیث:3673۔

39...سورۃ البقرۃ:2:264۔

لیکن اس کا ثواب برباد ہو جاتا ہے اسی طرح فقیر پر احسان جتلانے والے اور اسے تکلیف دینے والے کا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی پڑی ہوئی ہو، اگر اس پر زوردار بارش ہو جائے تو پتھر بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ یہی حال منافق کے عمل کا ہے کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ عمل ہے اور روزِ قیامت وہ تمام عمل باطل ہوں گے کیونکہ وہ رضائے الٰہی کے لیے نہ تھے یا یوں کہہ لیں کہ منافق کا دل گویا پتھر کی چٹان ہے، اس کی عبادات خصوصاً صدقات اور ریا کی خیراتیں گویا وہ گرد وغبار ہیں جو چٹان پر پڑ گئیں، جن میں بیج کی کاشت نہیں ہو سکتی، رب تعالیٰ کا ان سب کو رد فرما دینا گویا وہ پانی ہے جو سب مٹی بہا کر لے گیا اور پتھر کو ویسا ہی کر گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صدقہ ظاہر کرنے سے فقیر کی بدنامی ہوتی ہو تو صدقہ چھپا کر دینا چاہیے کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ لہٰذا اگر کسی سفید پوش یا معزز آدمی یا عالم یا شیخ کو کچھ دیا جائے تو چھپا کر دینا چاہیے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو علم دین سکھایا ہو تو اس کی جزا کی بھی بندے سے امید نہ رکھے اور نہ اسے طعنے دے کیونکہ یہ بھی علمی صدقہ ہے۔[40]

کفر، شرک اور نفاق کی حقیقت پر مبنی امثلہ:

قرآن حکیم نے حق سے روگردانی کرنے والوں کی نفسیاتی کیفیت کو مختلف امثلہ سے واضح کیا ہے:

کفار کی ذہنی کیفیت:

کفار کی مثال اس جانور جیسی دی گئی ہے جو چرواہے کی پکار اور آواز تو سنتا ہے مگر اس کا مفہوم نہیں سمجھتا

﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَّنِدَاءً﴾[41]

ترجمہ: ”اور کافروں کی کہاوت اس کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ و پکار کے سوا کچھ نہ سنے۔“

حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کافروں کو مسلسل دینِ حق کی دعوت دیتے رہتے۔ کافر سنتے تو تھے لیکن اس سے کچھ نفع حاصل نہ کرتے یعنی ایمان نہ لاتے۔ ان کے اس سننے کی مثال بیان کی گئی کہ جس طرح جانوروں کا ایک ریوڑ ہو اور ان کا مالک انہیں آواز دے تو وہ محض ایک آواز تو سنتے ہیں لیکن مالک کے کلام کا مفہوم نہیں سمجھتے، یونہی کافروں کا حال ہے کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہیں حق کی طرف بلاتے ہیں، یہ ان کا کلام سنتے ہیں لیکن جواب میں جانوروں جیسا طرزِ عمل ظاہر کرتے ہیں یعنی دعوتِ حق ان کے کانوں تک پہنچتی ہے لیکن وہ بصیرت سے عاری ہونے کے سبب جانوروں جیسا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔

40... قادری، محمد قاسم، صراط الجنان، مکتبۃ المدینہ، 2012، ج1، ص401۔

41... سورۃ البقرۃ:2:171۔

کفار کے اعمال کی حیثیت:

حالتِ کفر میں کیے گئے فلاحی کاموں کی مثال یوں دی گئی:

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ﴾[42]

ترجمہ: "اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے دن میں۔"

امام فخر الدین رازی اس آیت کے حوالے سے مفاتیح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم أن وجه المشابهة بين هذا المثل وبين هذه الأعمال، هو أن الريح العاصف تطير الرماد وتفرق أجزاءه بحيث لا يبقى لذلك الرماد أثر ولا خبر، فكذا هاهنا أن كفرهم أبطل أعمالهم وأحبطها بحيث لم يبق من تلك الأعمال معهم خبر ولا أثر

جان لو کہ اس مثال اور ان اعمال کے درمیان وجہِ شبہ (مشابہت کی وجہ) یہ ہے کہ جس طرح تیز آندھی راکھ کو اڑا کر لے جاتی ہے اور اُس راکھ کے اجزاء اِس طرح مُنتشِر ہو جاتے ہیں کہ اس کا کوئی اثر، نشان اور خبر باقی نہیں رہتی اسی طرح کافروں کے تمام اعمال کو ان کے کفر نے باطل کر دیا اور ان اعمال کو اس طرح ضائع کر دیا کہ ان کی کوئی خبر اور نشان باقی نہ رہا۔[43]

باطل سہاروں کی کمزوری:

غیر اللہ کو کارساز سمجھنے والوں کی مثال مکڑی کے جالے سے دی گئی ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ﴾[44]

ترجمہ: "ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اَور مالک بنالیے ہیں مکڑی کی طرح ہے اس نے جالے کا گھر بنایا۔"

تفسیر صراط الجنان میں ہے :

یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو واحد معبود ماننے کی بجائے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کے ساتھ امیدیں وابستہ کی ہوئی ہیں اور در حقیقت ان بتوں کے عاجز اور بے اختیار ہونے کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے اپنے رہنے کے لئے جالے سے گھر بنایا جو کہ انتہائی کمزور ہے اور یہ گھر نہ اس سے گرمی دور کر سکتا

42...سورہ ابراہیم:14:18۔

43...رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج7، ص80۔

44...سورۃ العنکبوت:29:41۔

ہے نہ سردی، نہ گرد وغبار اور بارش وغیرہ کسی چیز سے اس کی حفاظت کر سکتا ہے، ایسے ہی یہ بت ہیں کہ اپنے پجاریوں کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی دنیا و آخرت میں انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے اور ایسے ہی سب دینوں میں کمزور اور نکمّا دین بت پرستوں کا دین ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ بت پرست یہ بات جانتے کہ ان کا دین اس قدر نکما ہے۔[45]

منافقین کی مثال:

منافقین کی کیفیت کو اس شخص سے تشبیہ دی گئی جس نے اندھیرے میں آگ جلائی مگر پھر وہ بجھ گئی۔

﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًاۚ-فَلَمَّاۤ اَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ﴾[46]

ترجمہ: ”ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا۔“

اور اس مسافر سے جو آندھی، بارش اور کڑکتی بجلی میں بھٹک رہا ہو۔

﴿اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ﴾[47]

ترجمہ: ”یا جیسے آسمان سے اُترتا پانی کہ اس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک۔“

یہ ان کے ایمان کی وقتی چمک اور پھر کفر کی تاریکی میں گم ہو جانے کی بہترین عکاسی ہے۔

کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کا تقابلی جائزہ:

عقیدہ توحید اور کفر کے درمیان فرق کو ایک شاندار نباتاتی تمثیل سے یوں واضح کیا گیا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ﴾[48]

ترجمہ: ”کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔“

تفسیر صراط الجنان میں ہے:

45... قادری، محمد قاسم، صراط الجنان، ج7، ص375۔

46... سورۃ البقرۃ:1:17۔

47... سورۃ البقرۃ:1:19۔

48... سورہ ابرہیم:14:24۔

اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنین اور کفار کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں ،چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے ابتدائی حصے میں مذکور مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین کی گہرائی میں موجود ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہے ایسے ہی کلمۂ ایمان ہے کہ اس کی جڑ مومن کے دل کی زمین میں ثابت اور مضبوط ہوتی ہے اور اس کی شاخیں یعنی عمل آسمان میں پہنچتے ہیں اور اس کے ثمرات یعنی برکت و ثواب ہر وقت حاصل ہوتے ہیں۔[49]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "ہم سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ تُشْبِهُ أَوْ كَالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا وَلَا وَلَا وَلَا تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا يَتَكَلَّمَانِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ فَلَمَّا لَمْ يَقُولُوا شَيْئًا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ فَلَمَّا قُمْنَا قُلْتُ لِعُمَرَ يَا أَبَتَاهُ وَاللهِ لَقَدْ كَانَ وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَكَلَّمَ قَالَ لَمْ أَرَكُمْ تَكَلَّمُونَ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ أَوْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا[50]

"مجھے اس درخت کے بارے بتاؤ جو مردِ مومن کی مثل ہے، اس کے پتے نہیں گرتے اور وہ ہر وقت پھل دیتا ہے ؟ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن جب میں نے یہ دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ خاموش ہیں تو مجھے کلام کرنا مناسب نہ لگا، جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی جواب نہ دیا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا" وہ کھجور کا درخت ہے۔ مجلس برخاست ہونے کے بعد میں نے اپنے والد ماجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی:"جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا تھا تو میرے دل میں آیا تھا کہ یہ کھجور کا درخت ہے لیکن جب میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں اور وہ کوئی جواب نہیں دے رہے تو میں بھی خاموش رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم بتا دیتے تو مجھے بہت خوشی ہوتی۔

49... قادری، محمد قاسم، صراط الجنان، ج5، ص169۔

50... بخاری، محمد بن اسماعیل، بخاری، کتاب التفسیر، حدیث:4698۔

بے عمل اور دنیا پرست عالم کی مذمت کی امثلہ :

دینی علم حاصل کر کے اس پر عمل نہ کرنے والوں اور دنیاوی لالچ میں پڑنے والوں کو قرآن نے نہایت سخت امثلہ کے ذریعے متنبہ کیا ہے:

گدھے کی مثال :

وہ لوگ جن پر تورات کا علم دیا گیا مگر انہوں نے عمل نہ کیا، ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوں

﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾ (51)

علامہ خازن کے مطابق:

وهذا المثل يلحق من لم يفهم معاني القرآن ولم يعمل بما فيه وأعرض عنه إعراض من لا يحتاج إليه (52)

یہ مثال ان مسلمانوں پر بھی صادق آتی ہے جو قرآن پڑھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔

ہانپنے والے کتے کی مثال :

اپنے علم کے باوجود نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے شخص (جیسے بلعم بن باعوراء) کی مثال کتے سے دی گئی ہے

﴿فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ...﴾ (53)

ترجمہ: "تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے ۔"

کتا شدتِ پیاس کے بغیر بھی اپنی خبیث فطرت کی بنا پر ہانپتا ہے۔ اسی طرح جو عالم دین منصب، مال اور مراعات کی خاطر دین کے احکام کو پس پشت ڈال دے، اس کی ذلت کتے کے مشابہ ہے۔

حیاتِ دنیا کی بے ثباتی اور جنت کی ابدیت کی امثلہ :

قرآن نے دنیاوی زندگی کے دھوکے کو واضح کرنے کے لیے اسے بارش کے پانی سے تشبیہ دی ہے:

﴿مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ﴾ (54)

ترجمہ: "دنیا کی زندگی کی کہاوت تو ایسی ہی ہے جیسے وہ پانی کہ ہم نے آسمان سے اتارا ۔"

51...سورۃ الجمعۃ:5:28۔

52...خازن، علی بن محمد، تفسیر الخازن، دار لکتب العلمیہ، سن اشاعت:1415ھ، ج4، ص265۔

53...سورۃ الاعراف:176:7۔

54...سورہ یونس:24:10۔

مفہوم و تفسیر:

دنیا کی زندگی اس بارش کی طرح ہے جس سے زمین کی کھیتیاں اور باغات لہلہا اٹھتے ہیں، کسان انہیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے مگر پھر اچانک کوئی آسمانی آفت یا موسم کی تبدیلی اسے خشک بھوسے میں بدل دیتی ہے۔ دنیوی زندگانی محض امیدوں کا ایک سبز باغ ہے جو بالآخر فنا ہونے والا ہے۔

خلاصۃ البحث

مذکورہ بالا تفصیلی اور تحقیقی جائزے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآنِ مجید میں ضرب الامثال کا استعمال محض ادبی اور لسانی حسن و جمال تک محدود نہیں بلکہ یہ انسانی ذہن و شعور کی تربیت، اصلاحِ عقائد اور تزکیہ نفس کا ایک انتہائی مؤثر اور طاقتور ذریعہ ہے۔ اللہ رب العزت نے کفر و شرک کی تاریکیوں، نفاق کی نفسیاتی الجھنوں اور اعمالِ صالحہ کے نور کو ایسی بے مثال اور زندہ تمثیلات میں بیان کیا ہے جو ہر دور کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

عصرِ حاضر کے پر فتن دور میں جب انسان بے شمار ذہنی اور روحانی مسائل کا شکار ہے، قرآنی ضرب الامثال پر غور و خوض (تدبر) اسے حقائق کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے اور صراطِ مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلنے کا شعور بخشتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہیں ان ربانی مثالوں کو صرف تلاوت کی حد تک نہ رکھا جائے بلکہ انہیں اپنی عملی زندگی، فکری ارتقاء اور معاشرتی رویوں کی اصلاح کے لیے ایک مستقل نصاب کا درجہ دیا جانا چاہیئے۔

مصادر و مراجع

القرآن الکریم

- خان، احمد رضا، فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، سن اشاعت:2006ء۔
- ابن فارس، احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، دارالفکر، سن اشاعت:1399ھ۔
- نعیمی، احمد یار خان، تفسیر نعیمی، نعیمی کتب خانہ، سن اشاعت:2004۔
- المیدانی، عبد الرحمن حسن، البلاغۃ العربیۃ اسسھا وعلومھا وفنونھا، س،ن۔
- سیوطی، عبد الرحمن بن ابو بکر، الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ: الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، سن اشاعت:1394۔
- خازن، علی بن محمد، تفسیر الخازن، دار لکتب العلمیہ، سن اشاعت:1415ھ۔
- حمزاوی، اسماعیل، الأمثال العربیۃ والأمثال العامیۃ، مطبوعہ ندارد، سن اشاعت:2009۔
- بخاری، محمد بن اسماعیل، بخاری، بخاری، مطبوعہ: دارالسلام الریاض، سن اشاعت:1419ھ۔
- زرکشی، محمد بن عبد اللہ، البرہان فی علوم القرآن، دارالمعرفہ، بیروت، سن اشاعت:1411ھ۔
- رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، داراحیاء التراث، سن اشاعت:1420ھ۔
- زبیدی، محمد بن محمد، تاج العروس، التراث العربی الکویت، سن اشاعت:1385ھ۔
- افریقی، محمد بن مکرم،، لسان العرب، دار صادر بیروت، سن اشاعت:1414ھ۔
- قادری، محمد قاسم، صراط الجنان، مکتبۃ المدینہ، 2012۔
- قشیری، مسلم بن حجاج، مسلم، داراحیاء التراث العربی، سن اشاعت:1419ھ۔